OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.11 Issue 12 December 2022

ہجرت حبشہ: عالمگیر دعوت کا نبوی اسلوب

MIGRATION TO ABYSSINIA: THE PROPHETIC STYLE OF UNIVERSAL CALLING

Dr. Syed Bacha Agha
HOD/Assistant Professor, Govt. Postgraduate College, Saryab Road, Quetta.

Abstract: During the birth of Islam, the polytheists persecuted the Muslims, those who proclaimed belief in one God and God's messenger, the Prophet Muhammad (PBUH). This resulted in Prophet Muhammad's suggestion to them to leave Mecca and seek protection in Abyssinia. The first journey in the history of Islam was the migration of Muslims to Abyssinia (present-day Ethiopia). Muslims can reflect on a number of issues concerning the migration to Abyssinia, among them: It is important for Muslims to learn to eloquently interact with non-Muslims in clarifying and enlightening others about Islam. Historians agree that the migration took place on two different occasions. The first one occurred in the fifth year of the Proclamation of Islam in the month of Rajab. The exact time of the 2nd migration is unknown. However, Ja'farian states that there was only a short gap between the two migrations, because both migrations happened before the Quresh drafted and signed in the 7th year after the Proclamation a document that ordered the Bani Hashim to surrender or they would be subjected to economic and social boycott. Therefore, the time in between the two migrations could not have extended for more than two to three years. Ja'far ibn Abi Talib's method of invitation during the 2nd migration

demonstrates the importance of leadership and knowledge of Islamic doctrines when coming into contact with a foreign nation. He did not merely invited the Negus to Islam in his speech; rather, he described the Prophet, his character, Islam’s rulings and its effect upon those who were under the influence of the ***Jahiliyya*** customs. He was also well-acquainted with the view of Jesus in Islam and was therefore able to explain it to the Negus. At the same time, he was able to defend himself after being attacked by the Quresh. Indeed, the Prophet Muhammad knew the value of this migration. He empathized with the sorrows of his companions’ abuse, sent them to a safe land upon the revelation of the verse from the Qur’anic Chapter ***the Bee***, and maintained connections with the Negus after the migration. Following the migration, the Prophet’s relationship with the Negus indicates a special method of interaction with rulers of foreign nations. It demonstrates that Muslims are to deal with other nations while being fully aware of Islamic doctrines and values, to invite from a standpoint of honour and not humility, and to speak with intentions of improving the state of humanity from oppression. The fact that the Prophet extended his hand outside Arab peninsula is a technique Muslims in later generations used to share Islamic teachings with people of other territories.

Keywords:- migration of Muslims to Abyssinia. The Prophetic Style of Invitation

مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں سیرت رسول ﷺ کی بڑی اہمیت اور قدر وقیمت ہے۔ یہ سیرت مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ بھی ہے اور معیار ہدایت بھی ہے۔ اسی لیے مسلمان جہاں کہیں اور جن حالات میں ہوتا ہے اپنے مسائل کا حل رسول اللہ ﷺ کے سیرت واسوہ میں ڈھونڈتا ہے اور اپنی زندگی کا سفر اسی کی رہنمائی میں طے کرتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو راستہ سے بھٹک جائے گا، منزل اس سے دور ہو جائے گی، وہ اپنی قومی پہچان اور تہذیبی تشخص کو بھی کھو دے گا اور مقصد حیات سے بھی محروم ہو جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مکی اور مدنی دونوں زندگیاں احتیاج واختیار کے لحاظ سے اپنی اپنی اہمیت رکھتی ہیں اور اجتماعی معاملات میں ہمارے لیے دلیل راہ کا کام دیتی ہیں، مگر رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی کا

اتباع اور انطباق مومن کا نصب العین ہے۔اس لیے اس کے ہر پہلو کو نظر میں رکھنا ضروری ہے اور ہر مرحلہ دعوت سے رہنمائی حاصل کرنا ناگزیر ہے۔

بین الاقوامی دعوت کی ابتداء

رسول اللہ ﷺ کی دعوتی زندگی میں ایک اہم مرحلہ جو عموماً نظرانداز ہو جاتا ہے وہ ہجرت حبشہ کا ہے، حالانکہ یہ کثیر قومی معاشرہ میں براہ راست ہماری رہنمائی کر سکتا ہے۔ ہجرت حبشہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی اور یہیں سے بین الاقوامی دعوتِ اسلام کی ابتداء ہوتی ہے۔ محدثین اور سیرت نگاروں نے ہجرت حبشہ کا بیان اختصار سے کیا ہے۔ہجرت کی اسلام میں جو اہمیت ہے اس کے متعلق اتنا جان لینا کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے تمام گناہوں کا خاتمہ کرنے والا بتایا ہے۔لہذا ارشاد ہے کہ:

الاسلام یہدم ما کان قبلہ والہجرۃ تہدم ما کان قبلہا۔[1]

اسلام ما قبل کے سارے گناہ ختم کر دیتا ہے اور ہجرت ما قبل کے سارے گناہ مٹا دیتی ہے۔

ہجرت حبشہ 615ء یعنی نبوت کے پانچویں سال ہوئی تھی اور حبشہ سے مسلمانوں کی واپسی مختلف وقتوں میں ہوئی آخری وفد میں حضرت جعفر طیار مدینہ منورہ 7ھ میں تشریف لائے۔اس طرح حبشہ میں مسلمانوں کے قیام کی مدت اوسطاً پندرہ سال ہوتی ہے۔مہاجر صحابہ کرام کی حبشہ کی زندگی کی تفصیلات اور مقامی باشندوں کے ساتھ ان کے تعلقات اور لین دین کی جزئیات کا احاطہ نہیں کیا ہے۔اس کے باوجود جو کچھ معتبر روایات اور تاریخی واقعات سے ثابت ہوتا ہے وہ بجائے خود اتنا روشن اور حوصلہ بخش ہے کہ آج ہم ان کی روشنی میں تکثیری سماج میں مسلمانوں کے اجتماعی حالات کو دیکھ سکتے ہیں اور لائحہ عمل طے کر سکتے ہیں۔ہجرت حبشہ جن حالات میں ہوئی وہ اسلام اور پیغمبر اسلام اور جانثارانِ اسلام کے لیے نہایت صبر آزما اور حوصلہ شکن تھے، قریش کی مخالفت کا طوفان تضحیک، طنز اور دشنام طرازی کی حدوں سے گذر کر جسمانی اذیتوں، ناقابل برداشت زیادتیوں اور قتل و غارت گری میں داخل ہو چکا تھا، ایمان آزمائش میں اور جان خطرہ میں تھی۔ ابن اسحاق کے بیان میں اس کی ہلکی سی جھلک ملتی ہے:

"کفار نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں پر دشمنی کی انتہا کر دی، ہر قبیلہ اپنے اندر کے مسلمانوں پر حملہ آور تھا، وہ ان کو قید کرتا، ان کو مارتا پیٹتا اور ٹارچر کرتا، ان کو بھوکا پیاسا رکھتا اور جب دھوپ تیز ہو جاتی تو مکہ کی تپتی ہوئی

ریت پر لٹادیتا، جو کم زور مسلمان ہوتے ان کو اذیت دے کر دین سے باز رکھتا، چنانچہ بعض مسلمان ناقابل برداشت ظلم سے مجبور ہو کر دین سے پھر جاتے اور بعض ہمت اور حوصلہ سے کام لیتے اور اللہ ان کی حفاظت کرتا۔"[2]

رسول اللہ ﷺ کیلئے ان حالات میں ایک ہی راستہ تھا کہ وہ اپنے صحابہ کو مکہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جانے کا حکم دیں۔ لیکن سوال یہ تھا کہ آخر جائیں تو کہاں جائیں؟ کونسا ملک صحابہ کرام کو اپنے یہاں پناہ دیگا؟ جس طرح قریش اختلاف مذہب کی بناپر قتل وغارت گری پر آمادہ تھے اسی طرح ہر ملک کے لوگ اپنے مذہب کا مخالف سمجھ کر صحابہ کرام کے ساتھ یہی سلوک کریں گے۔ سرزمین حجاز سے ملی ہوئی سرحد ملک یمن کی تھی، آپ ﷺ اہل یمن کی حکمت کے قائل تھے اور یمن میں آپ کے بعض صحابہ بھی موجود تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری یمن ہی کے رہنے والے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، ایمان لائے اور ایمان و عمل کی اصولی تعلیمات حاصل کر کے یمن واپس چلے گئے۔[3] لیکن آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو یمن ہجرت کرنے کا حکم نہیں دیا، کیونکہ وہاں کا حکمراں ظالم تھا، جس سال آپ ﷺ کی پیدائش ہوئی اسی سال وہاں کے گورنر ابرہہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کیلئے مکہ پر حملہ کر دیا تھا۔

دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ اہل یمن سے اہل مکہ کی شناسائی تھی، مسلمان وہاں ہجرت کر کے جاتے تو اہل مکہ بآسانی اہل یمن کو ان کو واپس کرنے پر آمادہ کر لیتے چنانچہ ہجرت کا عمل بے معنی ہو کر رہ جاتا اور کفار کا تشدد اور بڑھ جاتا۔ دراصل رسول اللہ ﷺ کی نگاہ انتخاب جزیرہ نمائے عرب سے باہر براعظم افریقہ کے ملک حبشہ پر اٹھی۔ اگرچہ اس ملک کا بھی سرکاری مذہب عیسائیت تھی، مگر وہاں کا حکمراں انصاف پسند تھا۔ عرب اور حبشہ کے درمیان سمندر حائل تھا، وہاں سے مہاجرین کو واپس لانا قدرے آسان نہ تھا۔ چنانچہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

لو خرجتم الی الارض الحبشة فان فیها ملکا لا یظلم عنده احد وهی ارض صدق حتی یجعل الله لکم خرجا مما انتم فیه۔[4]

تم لوگ سرزمین حبشہ کو نکل جاؤ، وہاں کا بادشاہ ایسا انصاف پسند ہے کہ اس کے یہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا، وہ سچائی کی سرزمین ہے، تاآنکہ اللہ تعالیٰ تم کو ان مصیبتوں سے نجات دے جن میں آج تم گھرے ہوئے ہو۔

حضور ﷺ حبشہ کی حکومت اور معاشرت سے متعارف تھے۔آپ کے گھر میں دایہ حضرت ام ایمن کا تعلق حبشہ سے تھا اور حضرت بلال حبشی کے والدین بھی حبشہ ہی کے تھے۔بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی سے رسول اللہ ﷺ کے خاندانی مراسم بھی تھے، اسی لیے نجاشی کی شخصیت پر اعتماد کرکے اپنے صحابہ کو ان کے ملک بھیج رہے تھے۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت جعفر طیار کو ہجرت کے وقت رسول اللہ ﷺ نے ایک خط بھی دیا تھا کہ اسے نجاشی کو دے دینا۔ حدیث و سیرت کے موجودہ ریکارڈ کی بنا پر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی کا یہ پہلا خط تھا،اس سے پہلے غالباً آپ نے کوئی خط کسی کو نہیں لکھا،اس خط میں تحریر تھا کہ :"میں اپنے چچازاد بھائی جعفر کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں اس کے ساتھ کچھ اور مسلمان ہیں،جب یہ آپ کے پاس پہنچیں تو ان کی مہمان نوازی کریں۔"[5]

دوسرا منظوم خط جناب ابو طالب نے نجاشی کو اس وقت لکھا تھا جب مکہ کے سردار مہاجرین کو واپس لانے کے لیے دو نفری وفد حبشہ روانہ کررہے تھے،اس خط میں لکھا تھا:

الا لیت شعری کیف فی النای جعفر
و عمرو واعداء العدو اقارب
فہل نال افعال النجاشی جعفرا
واصحابہ او عاق ذالک شاغب
تعلّم ابیت اللعن انک ماجدٌ
کریم فلا یشقی لدیک المجانب
تعلم بان اللہ زادک المجانب
واسباب خیر کلہا بک لازب
وانک فیض ذو سجال غزیرۃ
ینال الاعادی نفعہا والاقارب[6]

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ دور دراز علاقہ میں جعفر اور ان کے شدید ترین ہم وطن دشمن عمرو بن العاص کے درمیان کیا معرکہ ہوا، کیا جعفر اور ان کے ساتھیوں سے نجاشی نے حسن سلوک کیا، یا رکاوٹوں نے اس کا فیض روک دیا؟اے نجاشی لعنت آپ سے دور ہے، آپ شریف اور معزز ہیں، آپکے دربار میں کوئی

اجنبی محروم نہیں رہ سکتا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت ودولت اور ہر قسم کے اسباب خیر عطا کیے ہیں۔ آپ سخاوت کا گہرا سمندر ہیں جس سے دوست اور دشمن سبھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ہجرت حبشہ کا بیان امام احمد بن حنبل نے مسند احمد میں، ابن ہشام نے سیرۃ النبی میں اور ابو نعیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ میں مکمل نقل کیا ہے۔ دربار رسالت سے ہجرت کا حکم ملا تو حضورﷺ کے جانثار ساتھی حبشہ کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔ ان میں 11 مرد اور 5 عورتیں شامل تھیں جن میں: حضرت عثمان بن عفان اور ان کی اہلیہ حضرت رقیہ بنت محمدﷺ، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر بن عوام، حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ اور ان کی بیوی سہلہ بنت سہل، حضرت مصعب بن عمیر، ابو سلمہ بن عبدالاسد اور ان کی بیوی ام سلمہ، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ اور کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ، سہیل بن بیضاء، ابو سیرہ بن ابی رہب عامری اور ان کی بیوی ام کلثوم بنت سہل بن عمر اور حاطب بن عمر شامل تھے۔[7]

یہ ہجرت نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں ہوئی تھی۔ سولہ افراد پر مشتمل مہاجرین کا یہ قافلہ جب شعیبہ کی بندرگاہ پر پہنچا تو ان کو حبشہ جانے والی دو کشتیاں مل گئیں اور وہ فوراً روانہ ہوگئے۔ اہل مکہ کو جب یہ اطلاع ملی تو انہوں نے ان کے پیچھے آدمی دوڑائے مگر اس وقت تک کشتیاں ساحل سے دور جا چکی تھیں، لہٰذا وہ ناکام واپس لوٹے[8]۔ حبشہ میں نجاشی نے مہاجروں کا خیر مقدم کیا اور ان کو پناہ دی۔ شعبان اور رمضان کے دو ماہ حبشہ میں گذرے تھے کہ مسلمانوں کو یہ اطلاع ملی کہ مکہ کے کفار مسلمان ہوگئے ہیں اور ظلم وستم بند ہوگیا ہے، اس لیے یہ حضرات مکہ لوٹ آئے۔ مگر یہاں آکر معلوم ہوا کہ اطلاع غلط تھی۔ چنانچہ بااثر مہاجرین اپنے کفار دوستوں کی پناہ لے کر مکہ میں مقیم رہے۔[9] کفار مکہ نے نئے سرے سے مسلمانوں پر مظالم ڈھانا شروع کیا اور اب زیادہ زور وشور سے اذیت پہنچائی۔ چنانچہ رسول اللہﷺ نے دوبارہ مسلمانوں کو مکہ سے حبشہ ہجرت کرنے کی تلقین فرمائی، اس ہجرت میں 83 مرد اور 18 خواتین یعنی کل 101 صحابہ وصحابیات شریک رہے۔[10]

ہجرت حبشہ کیلئے اہم قبائل کے افراد کا انتخاب

ہجرت حبشہ کیلئے جن مسلمانوں کا انتخاب عمل میں آیا وہ مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور اس دور کے اہم ترین قبائل کی نمائندگی ان مہاجر مسلمانوں میں موجود تھی۔ اس سے ایک طرح ان تمام قبائل پر دباؤ آگیا، کوئی قبیلہ

دوسرے سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ تمہارا فلاں آدمی مکہ چھوڑ کر چلا گیا اور ہمارا کوئی بھی نہیں گیا۔ اگر یہ معاملہ ایک قبیلے کیلئے شرمساری کا تھا تو دوسرے کو اس سے کوئی مفر نہیں تھا اس نے ہجرت کے معاملے کو مکہ کے ہر گھر کا مسئلہ بنا دیا تھا۔ اس سے اور بھی زیادہ واضح ہو گیا کہ اسلام ہر اہم گھرانے میں سرائیت کر چکا تھا۔ جن قبائل کے افراد ان مہاجرین میں شامل تھے ان میں بنی ہاشم، بنی عبدالشمس، بنی عبدالعزی، بنی عبدالدار، بنی امیہ، بنی زہرہ، بنی جمح، بنی عدی، بنی عامر، بنی حارث، خزاعہ، بنی اسد، بنی ھزیل (یہ قریش کا ایک ہم پیمان قبیلہ تھا) اور قبیلہ بہراء وغیرہ۔ ان مہاجرین کے قبائل کے بہت سے سردار اور اہم افراد نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ اس حکمت عملی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس ہجرت کا فقط یہ مقصد نہ تھا کہ مسلمانوں کے ایک گروہ کو قریش کے مظالم سے نجات دلائی جائے بلکہ اس کے ہمہ گیر مقاصد تھے جن کا تعلق پیچھے رہ جانے والوں سے بھی تھا اور دعوت و تبلیغ کی وسیع حکمت عملی سے بھی۔

مسلمان مہاجرین جب حبشہ پہنچے تو قریش کے سرداروں کیلئے یہ بہت رسوا کن مرحلہ تھا۔ عالم عرب میں قریش کی بہت دھاک تھی۔ اگر ان کے مختلف قبائل سے قابل ذکر افراد کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں اور وہاں جا کر قریش کے مظالم کو بیان کریں تو قریش کیلئے یہ بہت ناگوار بات تھی۔ علاوہ ازیں وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ اگر مسلمان حبشہ میں جا کر آرام سے زندگی بسر کرنے لگیں تو مکہ کے لوگ مزید رسول اسلام ﷺ کی طرف مائل ہونے لگیں گے۔ انہیں یک گونہ تسلی ہو گی کہ مشکلات کی صورت میں یہاں سے نکلنے کا قابل اعتماد راستہ موجود ہے۔ ان کے خیال میں اس طرح سے رسول اسلام ﷺ کی دعوت کے پھیلنے کا امکان بڑھ جائے گا[11]۔ لہذا جب اہل مکہ کو معلوم ہوا کہ نجاشی نے مسلمان مہاجروں کو اپنے یہاں پناہ دی، ان کا خیر مقدم کیا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے تو وہ اسے برداشت نہ کر سکے اور فیصلہ کیا کہ ہر حالت میں مہاجروں کو حبشہ سے نکلوا کر واپس مکہ لانا ہے۔ حبشہ سے اہل مکہ کا تجارتی رابطہ تھا، چنانچہ قریش نے اپنے دو تجربہ کار نمائندوں عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو نجاشی اور ان کے وزراء کے لیے تحفہ تحائف دے کر حبشہ روانہ کر دیا۔ ان تحائف میں بیش تر چمڑے کی مصنوعات تھیں۔ کفار کے نمائندوں نے حبشہ پہنچ کر نجاشی کے تمام وزیروں کو تحفے پیش کیے اور ان سے وعدہ لے لیا کہ وہ بادشاہ کو مہاجرین کو واپس کرنے پر آمادہ کریں گے۔ قریشی نمائندے آخر میں نجاشی کی خدمت میں تحفے لے کر حاضر ہوئے اور مدعا عرض کیا کہ: ”چند بے وقوف نوجوان اپنے قومی دین کو چھوڑ کر آپ کے ملک میں آ گئے ہیں مگر آپ کے دین میں داخل نہیں ہوئے؛ بلکہ ایک ایسے دین کا اتباع کرتے ہیں جس سے نہ ہم واقف ہیں اور نہ

آپ۔ان کی قوم کے بزرگوں نے ہمیں آپ کے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ آپ ان کو لوٹادیں، کیونکہ وہی لوگ ان کے سرپرست ہیں، وہی جانتے ہیں کہ ان میں کیا عیب ہے اور کیوں ان سے ناراض ہیں۔"[12]

نجاشی سے وفد نے گذارش کی کہ ان مہاجروں کو اپنی بات کہنے کا موقع دیے بغیر ان کے حوالے کیا جائے۔ وزیروں نے بھی وفد کی تائید کی اور بغیر مہاجروں کی بات سنے ان کو وفد کے حوالہ کرنے کی درخواست کی مگر بادشاہ انصاف پسند تھا، فطری انصاف کے تقاضوں سے واقف تھے،اس نے ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں اس طرح ان کو تمہارے حوالہ نہیں کرسکتا، جو لوگ میرے ملک میں آئے، میرے پڑوس میں رہے، میری پناہ کو دوسروں کے مقابلہ میں ترجیح دی، میں ان کو ضرور بلاؤں گا اور ان سے تمہارے عائد کردہ الزامات کے سلسلہ میں ضرور پوچھ گچھ کروں گا اگر وہ تمہارے الزامات کی تصدیق کریں گے تو میں ان کو تمہارے حوالہ کردوں گا اور واپس بھیج دوں گا اور اگر وہ دوسری بات کہتے ہیں تو میں ان کو ہرگز حوالہ نہیں کروں گا، بلکہ بدستور حسن سلوک کروں گا۔[13]

مسلمانوں کی پریشانی یہ تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اس قدر دوری پر تھے کہ براہِ راست ان سے رہنمائی حاصل کرنا ممکن نہ تھا، ہر مشکل کو خود ہی باہمی مشورہ سے حل کرنا تھا، ان کے پاس حضور ﷺ کی اصولی رہنمائی تھی قریش کے نمائندے کے الزام اور مطالبہ کا جواب دینے کے لیے جب نجاشی ے صحابہ کرام کو بلوایا تو حضرات صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس وقت کیا حکمت عملی اختیار کی جائے جس سے وہ کفار کے شکنجہ میں پھنسنے سے محفوظ رہ سکیں، اسلام کی تاریخ میں اجنبی ملک میں مسلمانوں کا یہ پہلا مقدمہ تھا اور اس پر اسلام کے مستقبل کا انحصار تھا۔ حضرت جعفر صحابہ کرام کے سربراہ تھے اور حضرت ابوہریرہ کے بقول نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل انسان تھے۔[14] صحابہ کرام نے اس وقت جو موقف اپنایا وہ دو نکتوں پر مشتمل تھا، پہلا نکتہ یہ تھا کہ ہم اپنے نبی کی تعلیم کے خلاف کوئی بات نہیں کہیں گے چاہے جو کچھ بھی ہو جائے۔[15]

دوسرا نکتہ یہ تھا کہ وہ بادشاہ کے نظام انصاف کا سہارا لیں گے۔ کیونکہ صحابہ کرام کو حضور ﷺ سے معلوم ہو چکا تھا کہ بادشاہ انصاف پرور ہے اور خود ان حضرات نے بادشاہ کے پڑوس میں رہ کر اس کی انصاف پسندی کا عملاً مشاہدہ اور تجربہ کرلیا تھا لہٰذا ان کو اعتماد تھا کہ حق وانصاف کی جنگ میں وہ فتح یاب ہوں گے لہٰذا انہوں نے اسی انصاف کے نظام میں اپنے دفاع کی راہ نکالی۔ چنانچہ جب نجاشی نے وزراء، علماء، مشاہدین، مدعی اور مدعاعلیہ سے بھرے دربار میں جب ان کے سامنے

قریش کے وفد کا مقدمہ رکھا تو مہاجرین کے قائد حضرت جعفر طیار □ نے نجاشی کے ذریعہ اپنے دفاع میں تین سوالات قریش کے نمائندوں سے کیے۔

1: کیا ہم کسی کے غلام ہیں؟ جو اپنے آقا سے بھاگ کر آئے ہیں، اگر ایسا ہے تو ہمیں ضرور واپس کیا جائے۔
نجاشی نے عمرو بن العاص سے جواب طلب کیا تو انھوں نے کہا کہ نہیں یہ لوگ آزاد اور شریف ہیں۔

2: کیا ہم کسی کو قتل کر کے بھاگے ہیں؟ اگر ہم نے ناحق خون کیا ہے تو ہمیں مقتول کے وارثوں کے حوالہ کر دیا جائے۔
نجاشی نے وفد سے جواب طلب کیا تو عمرو بن العاص نے کہا کہ نہیں ایک قطرہ خوں بھی نہیں بہایا۔

3: کیا ہم کسی کا مال لے کر بھاگے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ہم اس کو ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔
نجاشی نے وفد سے جواب مانگا تو انھوں نے کہا نہیں ایک پیسہ بھی لے کر نہیں بھاگے۔[16]

حضرت جعفر طیارؓ نے نجاشی کی عدالت میں قریش کے الزامات کے جواب میں جو سوالات اٹھائے تھے وہ اتنے معقول، برمحل اور عام ذہن کو اپیل کرنے والے تھے کہ عدالت میں موجود ہر شخص نے مہاجرین کی بے گناہی اور کفار قریش کی ایذارسانی کا اندازہ لگالیا، پھر بھی نجاشی نے مقدمہ خارج نہیں کیا بلکہ قریش کے وفد کے لگائے الزامات پر بحث شروع کی، انھوں نے حضرات صحابہ سے اس سوال کا جواب طلب کیا کہ وہ کونسا دین ہے جس کے باعث تم نے اپنی قوم کو چھوڑا، نہ ہمارے مذہب میں داخل ہوئے اور نہ دنیا میں موجود دوسرے مذاہب میں شامل ہوئے؟ اس سوال کے جواب میں حضرت جعفر طیارؓ نے اپنے دینی موقف اور مذہبی تعلیم کی وضاحت نہایت معقولیت اور بصیرت کے ساتھ کی، اور کہا کہ: ''بادشاہ سلامت! ہم جاہلیت میں مبتلا تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاری کا ارتکاب کرتے تھے، رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتے تھے، پڑوسیوں سے برا سلوک کرتے تھے، ہمارا طاقتور کمزور کو دبالیتا تھا، ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہمارے درمیان ایسا رسول بھیجا جس کے نسب، سچائی، امانت اور پاکدامنی سے ہم واقف ہیں۔ انھوں نے ہمیں دعوت دی کہ ہم صرف ایک معبود کی پرستش کریں، اس کے علاوہ پتھر وغیرہ کے وہ تمام بت جن کی ہم اور ہمارے آباء واجداد پرستش کرتے تھے چھوڑ دیں، انھوں نے ہمیں سچ بات بولنے کی، امانت داری کی، صلہ رحمی کی، پڑوسیوں سے حسن سلوک کی، حرام کاموں اور دوسروں کا خون بہانے سے پرہیز کرنے کی تعلیم دی۔ انھوں نے ہمیں

بدکاری سے، جھوٹی بات کہنے سے، یتیم کا مال کھانے سے، پاک دامن عورتوں پر الزام لگانے سے روکا۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں، نماز، زکوۃ اور روزہ کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم نے ان کی تصدیق کی، ان پر ایمان لے آئے، اور اللہ کی طرف سے لائے ہوئے احکام میں ان کی پیروی کی، ایک اللہ کی عبادت کی، شرک چھوڑ دیا، جس کو حرام کہا اسے حرام جانا، جسے حلال کہا اسے حلال سمجھا۔ بادشاہ سلامت! یہی وہ جرم تھا جس کی بناپر ہماری قوم نے ہم سے دشمنی کی ہمیں ٹارچر کیا، ہمارے دین کی خاطر آزمائش میں ڈالا تاکہ اللہ کی عبادت چھوڑ کر ہم پھر بتوں کی پوجا کرنے لگیں، اور جاہلیت کی طرح گندے کاموں کو جائز سمجھیں۔ جب انھوں نے ہم پر قہر ڈھایا، ہم پر ظلم کیا، ہمارا جینا دوبھر کر دیا اور ہمارے مذہب کے درمیان رکاوٹ ڈالی تو ہم وطن سے نکل کر آپ کے ملک میں چلے آئے، دوسروں کے مقابلہ میں آپ کو ترجیح دی، آپ کی ہمسائیگی اختیار کی اس امید پر کہ آپ کے یہاں ہم پر ظلم نہ ہوگا"۔[17]

نجاشی اور ان کی عدالت عالیہ جب مطمئن ہوگئی کہ قریش کا الزام غلط اور مسلمانوں کا بیان درست ہے، تو نجاشی نے آخری سوال مہاجرین صحابہ سے یہ کیا کہ جس خدائی حکم اور تعلیم کا تم حوالہ دے رہے ہو اس کے متن کا کوئی حصہ تمہارے پاس ہے؟۔ تب حضرت جعفر طیار نے کہا جی ہاں موجود ہے اور موقع کی مناسبت سے سورہ مریم کے ابتدائی رکوع کی تلاوت شروع کی۔ تلاوت کیا کی: ع   از دل خیزد بر دل ریزد، کا سماں

باندھ دیا، حضرت جعفر سورہ مریم کی تلاوت کی تو باران خشت برسنے لگی، نجاشی نے روتے روتے داڑھی تر کر لی، پادریوں نے روتے روتے اپنے صحیفے بھگو لیے، حضرت جعفر ؓ کے تین نکاتی سوالات نے عدالت کو پہلے ہی مطمئن کر دیا تھا اور اب ان کی تلاوت قرآن نے عدالت عالیہ کے دلوں کو فتح کر لیا۔ تاریخ میں ان آیات کی تاثیر کے اور بھی واقعات اور مراحل دیکھے جا سکتے ہیں لیکن شاید شاہ نجاشی کے دربار میں ان کی تلاوت میں جو تاثیر پیدا کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ پھر اس دور میں جب ابھی نہال اسلام بالکل نونہال تھا، مسلمان خستہ حال پردیس میں موجود تھے، دشمن ان کے تعاقب میں تھے، بھرے دربار میں مختلف عقیدے کے عمائدین اور امراء موجود تھے۔ ایسے میں ان آیات کی تلاوت واقعتاً حیران کن ہے اور ان آیات نے جس طرح سے نجاشی کے دل پر دستک دی وہ بھی تاریخ میں ہمیشہ یاد رہے گی۔ نجاشی انصاف پرور ہی نہیں، صاحب دل اور صاحب معرفت بھی تھے، انہوں نے عدالت میں فیصلہ سنا دیا کہ:

ان ہذا والذی جاء بہ عیسیٰؑ لیخرجن من مشکاۃ واحدۃ، انطلقا فلا واللہ لا اسلمہم الیکما۔[18]

بے شک یہ تعلیم اور جس تعلیم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے وہ ایک ہی سرچشمہ نور کی ضیا پاشیاں ہیں۔ قریش کے نمائندو تم واپس جاؤ میں ہرگز ان مہاجرین کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا۔

قریش کے نمائندے مقدمہ ہار گئے، مگر پھر بھی ہار نہ مانے، اور طے کیا کہ اگلے دن وہ نئے الزامات لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور مہاجر مسلمانوں کی جڑ کاٹ کر رکھ دیں گے۔ عبد اللہ بن ربیعہ نے عمرو بن العاص کو سمجھایا کہ ایسا نہ کرنا اگرچہ وہ ہمارے دھرم کے مخالف ہیں مگر ہیں تو ہمارے ہی بھائی بندے، مگر عمر بن العاص نے نہیں مانا اور کہا میں ضرور بادشاہ کو بتاؤں گا کہ یہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عبد/بندہ سمجھتے ہیں۔[19]

اگلے دن پھر دربار لگا، قریش کے وفد نے نئی چارج شیٹ داخل کی اور بادشاہ سے درخواست کی کہ مسلمانوں سے جواب طلب کریں۔ مہاجرین عدالت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ قریش کے نمائندوں نے یہ سوچ کر چال چلی تھی کہ گذشتہ دن ان کے مشرکانہ مذہب کی خلاف مسلمانوں نے جو بیان دیا تھا اس معاملہ میں بادشاہ اور مسلمانوں کا موقف ایک تھا اس لیے بادشاہ کا فیصلہ ان کے حق میں ہو گیا۔ آج جب کہ بادشاہ کے عقیدہ کے خلاف مہاجروں کو بیان دینا ہو گا تو یقینا بادشاہ بھڑک جائے گا اور فیصلہ ہمارے حق میں ہو جائے گا۔ لیکن مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے طے کیا تھا کہ جس عقیدہ کی خاطر انہوں نے وطن چھوڑا ہے اسے بادشاہ کی پسند و ناپسند پر نہیں چھوڑیں گے بلکہ حق بات کہیں گے، چنانچہ بھری عدالت میں حضرت جعفر طیارؓ نے بیان دیا کہ:

''ہم ان کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کہا ہے کہ وہ اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا کلمہ تھے جسے کنواری مریم پر اللہ نے القا کیا تھا''[20] نجاشی نے یہ سن کر زمین سے ایک لکڑی اٹھائی اور کہا جو تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے اس لکڑی کے برابر بھی مختلف نہ تھے، تم لوگ جاؤ اور میرے ملک میں امن و سکون کی زندگی گزارو، جو تم پر زیادتی کرے گا اس سے مواخذہ ہو گا۔''[21]

نجاشی کا اسلامی عقیدے کی تائید

حضرت جعفر نے اسلام کے تعارف پر مشتمل جو تقریر نجاشی کے دربار میں کی تھی اس میں رسول اللہ ﷺ کی چودہ تعلیمات کا ذکر تھا، جن میں (1) توحید (2) سچائی (3) امانت داری (4) صلہ رحمی (5) پڑوسیوں سے اچھا سلوک (6) حرام کاموں سے پرہیز (7) خونریزی سے گریز (8) بدکاری سے پرہیز (9) جھوٹی بات سے پرہیز (10) مال یتیم سے پرہیز (11) عورتوں پر الزام تراشی سے گریز (12) نماز قائم کرنا (13) زکوۃ دینا (14) روزہ رکھنا، شامل ہیں۔ ان تعلیمات میں، مذہب، اخلاق اور سماج سب کچھ کی رہنمائی موجود ہے۔ یہی وہ بنیادی تعلیم ہے جو اسلامی معاشرہ کی اساس ہے۔ اور یہی وہ تعلیمات ہیں جن کے اثر سے نہ صرف نجاشی نے اسلام قبول کیا بلکہ مسلمان مہاجرین کو حبشہ میں سکون سے رہتے ہوئے پر سکون زندگی گزارنے اور ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کا موقع بھی ملا۔ بعض سیرت نگار لکھتے ہیں کہ: نجاشی نے نہ صرف مہاجر مسلمانوں کے عقیدہ کی تائید کی تھی بلکہ رسول کریم ﷺ کی رسالت کی شہادت دے کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے۔[22]

ابن سعد کا بیان ہے کہ نجاشی سن 7 ہجری میں اس وقت اسلام لائے جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی[23]۔ حضرت عبداللہ بن مسعود □ کی روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ نجاشی نے فرمایا اگر میرے اوپر ملک کی ذمہ داریاں نہ ہوتیں تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان کی جوتیاں اٹھاتا[24]۔ نجاشی کے وفات پر حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ:

مات الیوم رجل صالح فقوموا فصلوا علی اخیکم اصحمہ۔[25]

آج کے دن ایک نیک آدمی وفات پا گیا ہے پس کھڑے ہو جاؤ اور اپنے بھا اصحمہ پر (جنازے کی) نماز پڑھو۔

پہلے اسلامی مقدمہ کی جیت

اجنبی ملک میں قریشی تجربہ کار نمائندوں عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کی نجاشی کی خدمت میں مدعا، پھر مہاجرین کے قائد حضرت جعفر طیار □ کا دفاع میں جوابات اور نجاشی کا مسلمان مہاجرین کے حق میں فیصلہ وہ پہلا مقدمہ تھا جو مسلمانوں نے جیتا تھا۔ اس ہجرت میں خود رسول کریم ﷺ شامل نہ تھے، بلکہ آپ مکہ میں مقیم رہے، کفار کے ظلم و ستم برداشت کرتے رہے اور دین کی دعوت پر لگے رہے۔ شاید اس میں یہ مصلحت شامل رہی ہو کہ ساتھیوں کو حبشہ بھیج کر اور خود مکہ میں رہ کر اسلام کے پیغام کو آفاقی سطح پر پیش کر سکیں گے۔ اس طرح اسلام کیلئے دو مراکز عرب اور افریقہ میں بن جائیں گے۔ اس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ ہجرت حبشہ سے مسلمانوں نے غیر مسلم ملک میں دعوت و اشاعت

اسلام کا آغاز بھی کیا۔ بعد میں مہاجر مسلمانوں نے حبشہ کے مقامی باشندوں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی تھی، چنانچہ ان کی دعوتی سر گرمیوں کے نتیجہ میں چالیس سے پچاس حبشیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔[26]

مکہ سے باہر دعوت اسلام کی کوششوں اور حبشیوں کے قبول اسلام کے حوالے سے سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ مکہ میں حبشی عیسائیوں کا ایک وفد رسول اللہﷺ کے پاس آیا تھا اور ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا[27]۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ: ہجرت کے ابتدائی ایام ہی میں 40 سے 50 حبشی افراد نے اسلام قبول کر لیا تھا[28]۔ بعض روایات میں ایک اور حبشی لوگوں کے گروہ کا اسلام قبول کرنے کا بھی ذکر ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں نجاشی نے حقیقت حال دریافت کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تھا۔[29] یہ لوگ حبشہ واپس آ کر نہ صرف جمعیت اسلام کا حصہ بنے بلکہ اسلام کے فروغ میں بھی مدد و معاون بنے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت جعفر طیار □ اور دیگر مہاجرین واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان کے ہمراہ حبشی لوگوں کی ایک ایسی جماعت بھی تھی جو اسلام قبول کر گئے تھے۔[30]

اس کے بعد مسلمان تقریباً 15 سال تک حبشہ میں مقیم رہے۔ وہاں انہوں نے شادی بیاہ کی، ان کی اولادیں ہوئیں اور ایک پر امن شہری کی زندگی گذارتے رہے۔ قرائن سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان نجاشی کے قریب آباد تھے، سو آدمیوں پر مشتمل ایک کالونی آباد ہو گئی تھی اور حبشہ کی یہ پہلی مسلم کالونی تھی مگر ان کا ذریعہ معاش کیا تھا، سماجی معاملات کیسے تھے، کتب سیرت میں اس کی جزئیات نہیں ملتیں البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی نے مہاجرین کی لباس اور طعام کی شکل میں امداد کی[31]۔ مسلمان وہاں کاروبار بھی کرتے تھے اور محنت و مشقت سے روزی کماتے تھے۔ نجاشی کے اسلام دوستی اور احترام کا نتیجہ ہی تھا کہ مہاجرین جب تک حبشہ میں رہے ملک کے خیر خواہ اور نجاشی کیلئے دعا کرتے رہے چنانچہ جب نجاشی کے خلاف اس کے ایک شہری نے بغاوت کی تو مسلمانوں نے نجاشی کی کامیابی کیلئے خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں کیں۔ حضرت ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ:

فدعونا الله تعالیٰ للنجاشی بالظهور علی عدوه والتمكين له في بلاده۔[32]

ہم لوگوں نے نجاشی کے لیے دعا کی اللہ اسے دشمن پر فتح عطا کرے اور اس کے ملک پر اس کا اقتدار جما دے۔

اس سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ مہاجر خواتین بھی نجاشی کے مرہون منت اور نجاشی و حبشہ کے کامیابی وامان کیلئے پیش پیش تھیں۔

ہجرت حبشہ کے ثمرات

ہجرت حبشہ سے مندرجہ ذیل ثمرات حاصل ہوئے: دین اسلام اور اسلامی ثقافت کو فروغ حاصل ہوا۔عبادت وریاضت کی آزادی حاصل ہوئی۔ظلم واستحصال سے نجات ملا۔اسلامی معاشرے میں تحول وتبدل آیا۔اصلاحات کے مختلف راستے مہیا ہوئے۔معاشرتی ترقی کے وسیع امکانات حاصل ہوئے۔تجارت اور معاشی سرگرمیوں میں وسعت پیدا ہوئی۔سیاسی تعلقات میں اضافہ واستحکام پیدا ہوا۔عسکری قوت میں اضافہ ہوا۔قبائل کے مسلمان ہونے سے افرادی قوت بڑھ گیا۔

نتائج

مہاجرین حبشہ کے ہجرت، مقدمہ، بیانات اور اجمالی حالات سے درج ذیل نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں:

ہجرت حبشہ سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے اپنا حقیقی مدعا یعنی دین اسلام کی تعلیمات اور حقانیت کو اغیار کے سامنے برملا آشکار کیا اور غیر مسلم ملک میں دعوت واشاعت اسلام کا آغاز کیا۔

نجاشی نے نہ صرف مہاجر مسلمانوں کے عقیدہ کی تائید کی تھی بلکہ رسول کریمﷺ کی رسالت کی شہادت دے کر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

مسلمانوں نے حبشہ کے مقامی باشندوں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی تھی، چنانچہ ان کی دعوتی سرگرمیوں کے نتیجہ میں چالیس سے پچاس حبشیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

حبشہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی، وہ ایک اجنبی ملک میں تھے جہاں انہوں نے مستقل نہیں رہنا تھا۔اس عارضی سکونت کے باوجود حبشہ کے مہاجرین کی اقلیت نے جس طرح غیر مسلم ریاست حبشہ میں وقت گزارا اور جس خوبی سے اپنا سیاسی کردار نبھایا وہ یقیناً آج کے ان مسلمانوں کے لئے بہترین رہنمائی ہے جو غیر مسلم ممالک میں اقلیت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

مسلمان جہاں کہیں ہوں وہ حق پر قائم رہیں اور حق بات ہی کہیں حالات جیسے بھی ہوں، یہی ان کی مذہبی اور تہذیبی زندگی کی اساس ہے۔ دین کی دعوت، حکمت، معقولیت اور مدلل طریقہ سے اپنے ہم وطنوں کو دین اور ہمیشہ طاقت کا مقابلہ حکمت سے کرنے کی سعی کریں۔

ملک کے نظام عدل سے واقفیت حاصل کریں اور اسے اپنے تحفظ کے لیے اور اپنا حق حاصل کرنے کیلئے استعمال کریں، حضرت جعفر نے نجاشی کی عدالت میں یہی کارنامہ انجام دیا تھا۔ جس ملک میں رہیں وہاں امن پسند شہری کی حیثیت سے رہیں اور تخریبی کارروائیوں ملوث نہ ہوں۔ حضرت جعفر کی تقریر کا یہ جملہ کہ: "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں پڑوسیوں سے حسن سلوک کی، حرام کاموں سے بچنے اور خونریزی سے گریز کرنے کی تعلیم دی" یہی سبق اور نصیحت دیتا ہے۔ مسلمان جہاں بھی ہوں باہمی اتحاد واتفاق، مشاورت اور یک جہتی سے کام لیں، اپنا کوئی امیر بھی منتخب کریں، چنانچہ حضرت جعفر طیار □ کی امارت میں مہاجر صحابہ کا باہمی مشورہ سے ایک موقف طے کرنا ہمیں یہی اسوہ فراہم کرتا ہے۔ اپنے موقف، مقصد حیات اور طرز زندگی سے ہم وطنوں کو واقف کرائیں تاکہ وہ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ ان کے لیے تحفظ کے مسائل پیدا نہ کریں اور اسلام کو حریف کے طور پر نہ سمجھیں۔ حضرت جعفر کی پوری تقریر کا لب لباب یہی ہے۔ ہم وطنوں کے مذہب، مزاج اور تہذیبی شعار سے ضروری واقفیت حاصل کریں تاکہ بقائے باہم کی راہ ہموار ہو۔ ہجرت حبشہ سے قبل سورہ مریم کا نزول اور نجاشی کی عدالت میں حضرت جعفر کی تلاوت سے اس کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔

جس ملک میں بھی رہیں اس ملک اور عوام کے خیر خواہ بن کر رہیں، چنانچہ نجاشی کے لیے دعاؤں کا اہتمام کرکے صحابہ نے اسی خیر خواہی کا ثبوت دیا تھا۔

حوالہ جات وحواشی

[1]القشیری، ابوالحسین مسلم ابن الحجاج(204ھ-261ھ)،صحیح المسلم /المُسنَدُ الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، کتاب الایمان، باب فضل ان الاسلام یھدم ما کان قبله

Al-Qashiri, Abu ul Hassain Muslim Ibn ul Hajaz (204-261h), Sahi ul Muslim/ Al-Musnad ul Sahi al Mukhtasar Min al Sunan Bi naqlul Adal Un Rasool Ullah PBUH, Kitab ul Iman, Baab Fazal unil Islam Yahdim ma kan qableehi.

[2]ابن ہشام، ابو محمد، عبدالملک (م213ھ)، سیرۃ النبی، دارالفکر، بیروت، 1981ء، ج1، ص339

Ibn e Hisham, Abu Muhammad, Abdul Malik, (213h), Seerat ul Nabi, Darul Fikar, Bairut, 1981, V:1, P:339

[3]ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین أبو الفضل أحمد بن علی (773ھ-852ھ)، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، مکتبہ مثنی بغداد، ج2، ص359

Ibn-e-Hajar Asqalani, Shabuddeen Abu al Fazal Ahmad bin Ali (773-852h), Al-Asaba fi Tameez ul Sahaba, Maktba Musna Bagdad, V.2, P:359

[4]البیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین (م458ھ)، دلائل نبوت، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج2، ص285 / ابن ہشام، عبدالملک، سیرۃ النبی، ج1، ص356

Al-Bahqi, Abi Bakar Ahmad Bin al Hussain (458h) Dalail e Nuwbat, Darulkutab al Ilmia, Bairut, V.2, P:285; Ibn e Hisham, Abdu l Malik, Seerat un Nabi, V.1, P:356

[5]محمد حمید اللہ، ڈاکٹر (1908ء-2002ء)، خطبات بہاول پور، نئی دہلی، 1997ء، ص63

Muhammad Hameed Ullah, Dr. (1908-2002), Khutbat e Bahawalpur, New Dehli, 1997, P:63

[6]ابن ہشام، عبدالملک، سیرۃ النبی، ج1، ص356

Ibn e Hisham, Abdul Malik, Seerat ul Nabi, V.1, P:356

[7]ایضاً، ص353 / ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین أبو الفضل أحمد بن علی (773ھ-852ھ)، فتح الباری، دارالکتب، ج7، ص143

Ibid. P:353/ Ibn e Hajar Asqalani, Shahabuddeen Abu Al Fazal Ahmad Bin Ali, Fathul Bari, Dar ul Kutab, V.7, P:143

[8]ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع البصری الزھری (168ھ-230ھ)، الطبقات الکبری، بیروت، 1960ء، ج1، ص204

Ibn e Saad, Muhammad Bin Saad Bin Manee al Basri Al-Zahri (168-230h), Al-Tabqat ul Kubra, Bairut, 1960, V:1, P:204

[9]ایضاً، ص206

Ibid, P:206

[10]القسطلانی، احمد بن محمد (851ھ-923ھ)، المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ، قاہرہ، مصر، ج1، ص259 / ابن ہشام، عبدالملک، سیرۃ النبی، ج1، ص353

Al-Qastalani, Ahmad Bin Muhammad (851h-923h), Al.Mawahbuddunia BilMakh al Muhammadia, Qahira, Egypt, V.1, P:259/ Ibn-e-Hisham, Abdul Malik, Seerat un Nabi, V.1, P:353

11 ثاقب اکبر، ہجرت حبشہ میں نہاں مفید اور سبق آموز نکات، ماہنامہ پیام، اسلام آباد، نومبر 2018ء، ص19

Saqib Akbar, Hijrat e Habsha mein Nahan Mufeed awr Sabaq Aamooz Nakaat, Mahnama Payam, Islamabad, November 2018, P:19

12 ابو نعیم اصفہانی (336ھ-430ھ)، دلائل النبوۃ، دائرۃ المعارف النعمانیہ، حیدر آباد، 1320ھ، ج1، ص82/ ابن ہشام، عبدالملک، سیرۃ النبی، ج1، ص358

Abu Naeem Asfahani (336-430h), Dalail un Nawbuwa, Daira tul Muaarif al Naumania, Haider Abad, 1320h, V.1, P:82/ Ibn e Hishaam, Abdul Malik, Seerat un Nabi, V.1, P:358.

13 الشیبانی، احمد بن حنبل (164ھ-241ھ)، مسند امام احمد بن حنبل، دارالحدیث، قاہرہ، 1995ء، رقم الحدیث 1740، ج2، ص356

Al.Shaibani, Ahmad Bin Hambal (164-241h), Musnad Imam Ahmad Bin Hambal, Darul Hadith, Qahira, 1995, Hadith:1740, V.2, P:356.

14 ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین أبوالفضل أحمد بن علی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، ج1، ص237

Ibn e Hajar Asqalani, Shahab ud Deen Abu Al Fazal Ahmad Bin Ali, Al-Asaba fi Tameez al Sahaba, V.1, P:237.

15 ابن ہشام، عبدالملک، سیرۃ النبی، ج1، ص358

Ibn-e-Hisham, Abdul Malik, Seerat un Nabi, V.1, P:358.

16 البیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین، دلائل نبوت، ج1، ص80

Al-Bahqi, Abi Bakar Ahmad Bin Al-Hussain, Dalail e Nubwat, V:1, P:80.

17 مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث 1740 / ابن ہشام، عبدالملک، سیرۃ النبی، ج1، ص359

Masnad e Imama Ahmad Bin Hambal, Hadith: 1740/ Ibn e Hisham, Abdul Malik, Seerat un Nabi, V.1, P:359

18 ابن ہشام، عبدالملک، سیرۃ النبی، ج1، ص359

Ibn e Hisham, Abdul Malik, Seerat un Nabi, V.1, P:359.

19 ایضاً، ص360

Ibid, P:360

[20]ایضاً

Ibid

[21]ایضاً

Ibid

[22]القسطلانی،احمد بن محمد،المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ،ج1،ص259

Al-Qastalani, Ahmad Bin Muhammad, Al.Mawahbdunnia Bil Makh al Muhammadia, V.1, P:259

[23]ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع البصری الزھری،الطبقات الکبری،ج1،ص260

Ibn e Saad, Muhammad Bin Saad Bin Manee Al-Basri Al-Zahri, Al-Tibqat ul Kubra, V.1, P:260

[24]احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل، رقم الحدیث4400،ج4،ص246

Ahmad bin Hambal, Musanad e Imam Ahmad Bin Hambal, Hadith:4400, V.4, P:246.

[25]البخاری،ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل(194ھ-256ھ)، صحیح بخاری / اَلجامعُ المُسنَد الصَّحیح المُختَصر مِنْ اُمورِ رَسول اللہِ وَ سُنَنِہٖ و اَیّامہٖ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، 1961ء، باب الموت النجاشی،ج1،ص574

Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad Bin Ismaeel (194-256h), Sahi Bukhari/ Al Jamee Al Musnad al Sahih al Mukhtasar Min umoor e Rasool Ul Allahi wa Sunanihi wa Ayyama, Qadeemi Kutab Khana, Karachi, 1961, Baab ul Maut Al.Najashi, V.1, P:574.

[26]محمد حمید اللہ،ڈاکٹر، خطبات بہاول پور، ص208

Muhammad Hameed Ullah, Dr. Khutbat e Bahwalpur, P:208.

[27]المطلبی،ابن اسحاق، محمد(م151ھ)، کتاب السیر والمغازی،دار الفکر، بیروت،1978ء،ج1،ص218

Al-Matlabi, Ibn e Ishaq, Muhammad (151h), Kitaab ul Seer wa Almaghazi, Darul Fikar, Bairut, 1978, V.1, P:218.

[28] محمد حمید للہ،ڈاکٹر، خطبات بہاولپور، ص208

Muhammad Hameed Ullah, Dr. Khutbaat e Bahawalpr, P:208.

[29]المطلبی،ابن اسحاق، محمد، کتاب السیر والمغازی،ج1،ص219

Al Matlabi, Ibn e Ishaq, Muhammad, Kitaab al Seer wa Almaghazi, V.1, P:219

[30]البلازری،احمد بن یحیٰ بن جابر(م279ھ)، جمل من انساب الاشراف،دار الفکر، بیروت،1996ء،ج1،ص198

Al Balazri, Ahmad Bin Yahya Bin Jabar (279h), Jamal Min Ansaab al Ishraaf, Darul Fikar, Bairut, 1996, V.1, P:198

31 البیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین، دلائل نبوت، ج1، ص81

Al-Baihqi, Abi Bakar Ahmad Bin al Hussain, Dalail e Nubwat, V.1, P:81

32 ابن ہشام، عبدالملک، سیرۃ النبی، ج1، ص360

Ibn e Hisham, Abdul Malik, Seerat un Nabi, V.1, P:360